

مرد کی عزت ہونی چاہیے!

سردی حد درجہ عردنج پر تھی۔ فیروز پور روڈ، لاہور پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ پیدل لوگ بھی کم ہی نظر آ رہے تھے۔ گاڑی سے اچانک باہر نظر پڑی تو ایک ریڑھی والا موسیٰ پھل بیچ رہا تھا۔ پرانی سی ریڑھی۔ اس پر تین چار طرح کے پھل۔ ایک بوسیدہ سی کرسی، جس پر وہ ادھیر عمر شخص بیٹھا ہوا تھا اور ریڑھی کے ساتھ ایک ڈنڈا پر لٹکتی ہوئی لائیں۔ یہی اسکی دکان اور شاندھل سرما یہ حیات۔ عجیب سالا گا کہ اس وقت تو دور دور تک کوئی دکان یا ریڑھی موجود نہیں ہے۔ جاڑے کی وجہ سے لوگ گھروں میں بند ہیں۔ پھر یہ آدمی، ایک میلی سی چادر اوڑھے دکان لگا کر کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ شاندھا سے سردی نہیں لگ رہی۔ یا کوئی اور بات ہو۔ تجسس کی وجہ سے گاڑی روک کر اسکے پاس چلا گیا۔ نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ وہ ادھیر عمر نہیں، بلکہ قدرے جوان ہے۔ چادر میں اسے بھر پور سردی لگ رہی تھی۔ پھر بھی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہاں، پیروں کی طرف ایک دلیٰ انگیٹھی پڑی تھی۔ جس میں کوئی جل رہے تھے۔ بلکہ آخری دموں پر تھے۔ رات کے سارے ہے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ پھلوں کی قیمت پوچھنے کے ساتھ ساتھ، اس سے مکالمہ شروع کر دیا۔ آپ اتنی سردی میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سب لوگ تو جا چکے ہیں۔ دریک، ریڑھی لگا کر کیوں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہے ہو۔ اس شخص نے غور سے مجھے دیکھا۔ آنکھوں کے ارد گرد بڑے کالے رنگ کے حلقوں پر ہوئے تھے۔ کہنے لگا، باوجی، جانے دو کیوں غریب آدمی کا مذاق اڑاتے ہو۔ اپنی خوشی سے تو اتنی سردی میں یہاں نہیں بیٹھا ہوا۔ مگر پھر کیوں۔ میرے اس جملے سے اسکے چہرے پر کئی رنگ آنے لگے۔ باوجی، میرے پانچ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں ہیں۔ فروٹ بیچنے سے جو تھوڑا سا منافع ہوتا ہے اسی سے گھر کا چولہا جلتا ہے۔ اگر سامان نہ کے، تو گھر میں پیاز سے روٹی کھایتے ہیں۔ جس دن ریڑھی نہیں لگاتا، اس دن تو خشک روٹی پانی میں ڈال کر کھانی پڑتی ہے۔ بچے سرکاری سکول میں پڑھنے جاتے ہیں۔ کبھی نہیں جاتے۔ بیوی کو کالا ریقان ہے۔ اکثر بسٹر پر پڑی رہتی ہے۔ میری بڑی بیٹی جو صرف نوسال کی ہے، کھانا بناتی ہے۔ جب بیوی کی طبیعت بہتر ہو، تو وہ بھی گھر کا کام کر لیتی ہے۔ بیوی کو سرکاری ڈپنسنری علاج کیلئے ہر مہینے لیکر جاتا ہوں۔ وہاں دوائی تو نہیں ملتی۔ مگر نسخہ پر دوائیوں کی ایک فہرست ہاتھ میں پکڑا دی جاتی ہے۔ دوایاں کہاں سے خرید سکتا ہوں۔ بس خدا کا ہی سہارا ہے۔ صرف خدا کا۔ جو دن میں کما تا ہوں وہ رات کو گھر کے معاملات پر خرچ ہو جاتا ہے۔ سادہ سا کھانا کھاتے ہیں۔ پھر گھر کے اخراجات پورے نہیں پڑتے۔

باوجی چھوڑیے۔ ایسے لگا کہ وہ اپنا دکھ سینے میں پال رہا تھا۔ کوئی بندہ چاہیے تھا جو اسکی باتیں سن سکے۔ جب گھر جاتا ہوں، تو بیوی بہت لڑتی ہے۔ اگر میں نے سات سوروپے کمائے ہوں، تو کہتی ہے کہ آج سودا اسلف کے علاوہ، فلاں فلاں خرچ اور ہوا ہے۔ لہذا، یہ پیسے بہت کم ہیں۔ کریانے کی دکان والا بھی پچھلا ادھار چکانے کا کہہ رہا تھا۔ اسکی باتوں کا بُر انہیں مانتا۔ اسیلے کہ وہ بھی سچ کہتی ہے۔ بھلا، اتنے کم پیسوں میں، سات آدمیوں کا نہبہ کیسے گزار کر سکتا ہے۔ میں بھی خوب لڑتا ہوں۔ پھر ہم دونوں خاموش ہو جاتے ہیں۔ باوجی، یقین کرو، سب کچھ برداشت کرتا ہوں، غربت، شدید سردی میں ریڑھی پر بیٹھنا، اپنے بچوں کی تعلیم میں دلچسپی نہ لینے کو بھی۔ مگر باوجی، ایک

چیز کلیجہ پھاڑتی ہے۔ سب کچھ کرتا ہوں۔ جو میرے بس میں ہے، اتنی محنت بھی کرتا ہوں۔ مگر میری کوئی عزت نہیں کرتا۔ نہ گھر میں اور نہ باہر۔ کار پوریشن والوں کا ٹرک آتا ہے۔ میرا سارا سامان اٹھا کر لیجاتے ہیں۔ جرمانہ کرتے ہیں۔ تھپٹ اور ڈنڈے مارتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ پستول لوں، اور انکو گولیاں مار مار کر ختم کر ڈالوں۔ ایک آخری گولی اپنے سر میں اُتار دوں۔ پھر بچوں کا خیال آ جاتا ہے کہ اگر میں نہ رہا، تو انکا سہارا کون بنے گا۔ یہ کیسے زندہ رینگے۔ مجبور ہو کر ذلت اور بے عزتی برداشت کرتا ہوں۔ اندر ہی اندر روز مرتا ہوں۔ سب مصیبتوں اپنی اولاد کیلئے جھیلتا جا رہا ہوں۔ مگر عذاب یہ بھی ہے کہ جب گھر جاتا ہوں، تو بیوی ایسے ایسے تلخ طعنے دیتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں دفن ہو جاؤں۔ جو مرضی کر لوں، وہ خوش نہیں ہوتی۔ غربت، مفلسی، اخراجات کے طعنے سن سنکر زندگی عذاب ہو چکی ہے۔ مگر مجبور ہوں، باوجی مجبور۔ با تین غور سے سن رہا تھا۔ بیس منٹ گزر گئے۔ باوجی، ویسے مرد کی عزت کیوں نہیں ہے۔ ہر جگہ مرد ہی بے عزت ہوتا ہے۔ پتہ نہیں امیر لوگوں کے کیا حالات ہیں۔ مگر جس سبتوں میں رہتا ہوں۔ وہاں سارے غریب لوگ ہی رہتے ہیں۔ دیہاڑی دار مزدور، خوانچہ فروش، لندے بازار میں کام کرنے والے افراد، سائیکلوں کو پنچھر لگانے والے محنت کش۔ ہم سب لوگ روز کمانے اور کھانے والے لوگ ہیں۔ صح سے رات تک کام کرتے ہیں۔ تقریباً تمام کو گھر آ کر طعنے ہی سننے کو ملتے ہیں۔ اتنا کام کرنے کے باوجود، سب پریشان ہی رہتے ہیں۔ میری کیا، ہم سب لوگوں کی نہ باہر عزت ہے اور گھر پر۔ باوجی، پتہ نہیں، اللہ ہم سے کیوں ناراض ہے۔ آپ بتائیے۔ کیا خریدیں گے۔ میں نے تھوڑا سا پھل خریدا اور واپس آگیا۔

واقعہ فراموش ہو گیا۔ زندگی کے بکھیرے اتنے ہیں کہ غیر اہم معاملات، اہمیت اختیار کر لیتے ہیں اور اہم امور، پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح تقریباً چار برس پہلے، ایک تجارتی بابو سے ملنے گیا۔ وہ اپنے ملازم کو گالیاں دے رہا تھا۔ شائد اس غریب سے کوئی غلطی ہوئی تھی۔ غلطی کیا تھی۔ صاحب کی چائے میں چینی نہیں ڈالی تھی۔ اس چپڑا سی کی اس قدر ذلت ہو رہی تھی۔ وہ خاموشی سے کھڑا صرف معافیاں مانگ رہا تھا۔ روکر کہہ رہا تھا کہ صاحب، مجھے نوکری سے نہ نکالیں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آئندہ کبھی غلطی نہیں ہوگی۔ بس معافی دی دیں۔ رحم کریں۔ ازحد افسوس ہوا۔ بنس میں دوست کو کہا کہ جانے دو، چینی خود ڈال لو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ معاف کر دو۔ بہر حال معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ گھنٹے بعد باہر نکلا تو چپڑا سی روتے روتے میرے پاس آگیا۔ کہ صاحب، آج آپ نے میری نوکری بچالی۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کا رزق نج گیا۔ خدا آپ کو سما کا اجر دے۔ سارا دن صاحب کی خدمت کرتا ہوں۔ مگر میری کوئی عزت نہیں ہے۔ پورا دن گالیاں کھاتا ہوں۔ مگر بچوں کی شکلیں سامنے آ جاتی ہیں۔ خاموش ہو جاتا ہوں۔ کیا کروں، غریب ہوں۔ میری کیا عزت ہونی ہے اور گھر والوں کو پتہ ہی نہیں کہ میں صرف اور صرف انکی خاطر روز کتنے بڑے بڑے عذاب جھیلتا ہوں۔ خیر صاحب، کبھی تو انصاف ملے گا۔ شائد مرنے کے بعد، اللہ انصاف کر دے۔

یہ دو واقعات ذہن پر نقش ہو چکے ہیں۔ آپکو گز ارش کرنے کا بھی ایک مقصد ہے۔ ہمارے ملک میں ہر طرف یکساں خیالات کی ٹریفک لگا تارچل رہی ہے۔ عورت کو عزت دو۔ عورت کے حقوق کہاں ہیں۔ عورت کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اسے مرد کے ساتھ برابری چاہیے۔ مرد، عورت کا استھنا کر رہا ہے۔ عورت کو متبرہنے والے مرد حضرات، سخت زیادتی کر رہے ہیں۔ یہ معاشرہ عورتوں کے

ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔ اس طرح کے بیشمار نظرے، جملے، باتیں، اشتہار آپکو ہر وقت سنائی دیتے ہیں۔ ان سے سو فیصد متفق ہوں۔ عورت کی بھر پور عزت کرنی چاہیے۔ انکی صلاحیتوں کے مطابق انہیں ترقی کے لیکن موافق بھی ملنے چاہیں۔ انکا استھان ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سب کچھ درست ہے۔ مگر کیا کبھی کسی نے کہا ہے کہ مرد کو بھی عزت دو۔ اسکے ساتھ زیادتی اور ظلم نہ کرو۔ اسکی مجبوریوں کا خیال رکھو۔ وہ جس عذاب سے گزر کر اپنے اہل خانہ کا پیٹ پالتا ہے، اس جذبے کی قدر کرو۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے۔ آج تک یہ نہیں سننا۔ اور تو اور کسی عالم، دانشور، کسی این جی اوز کے نمائندے، کسی اہم سیاستدان کو یہ فرماتے نہیں سننا، کہ ہمارے معاشرے میں مرد ایک خچر کی طرح، زندگی کا تمام بوجھ اٹھا کر چلتا ہے۔ اپنی بچیوں اور بچوں کی ایک مسکراہٹ کیلئے ہر دم محنت کرتا ہے۔ دفتروں میں جھاڑیں کھاتا ہے۔ ویکنوں اور بسوں میں دھکے کھاتا ہے۔ اگر نوجوان ہے، تو نوکری حاصل کرنے کیلئے جوتیاں گھسادیتا ہے۔ شادی ہو جائے، تو بیوی کو خوش رکھنے کیلئے کیا کیا جتن کرتا ہے۔ ماں باپ کے طعنے الگ سنتا ہے۔ جو مردی کر لے، جتنی بھی خدمت کر لے۔ کوئی بھی اس سے خوش نہیں ہوتا۔ اگر ماں باپ سکھی ہیں، تو بیوی ناراض، اگر الہمیہ خوش ہے، تو ماں باپ اسے ران مرید کے طعنے کے علاوہ کچھ نہیں کہتے۔ اگر اپنے بچوں اور بچیوں کی کفالت اچھے طریقے سے کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو کنبہ کے اکثر لوگ پھر ناراض ہو جاتے ہیں۔ کہ اسے تو اپنے بچوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ تو بالکل ہی بیکار ہو گیا ہے۔ غرض یہ کہ مرد جو مردی جتن کر لے، کوئی بھی اس سے خوش نہیں ہوتا۔ عزت تو دور کی بات، کوئی واجبی طور پر بھی اسکی قدر نہیں کرتا۔

امیر گھرانوں میں بھی بالکل یہی معاملات ہیں۔ نوعیت مختلف ہے۔ مگر جو ہری نکتہ بالکل لیکن ہے۔ اگر بیوی کوئی اچھی نوکری کر رہی ہے یا معاشی طور پر اپنے پیروں پر کھڑی ہے، تو حرام ہے کہ وہ اپنے خاندان کی چھت، یعنی مرد کی ہلکی سی بھی مداح ہو۔ اسکی زبان پر ہر وقت، میرا کمایا ہوا پیسہ، میری گاڑی، میرے کپڑے، میرے پیروں کی ٹورز کے علاوہ کوئی جملے نہیں آتے۔ عجیب بات ہے کہ امیر اور غریب گھرانوں میں مرد کے استھان کے معاملات بالکل لیکن ہیں۔ کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔ ہمارے جیسے ملک میں مرد، ذلیل ہونے کیلئے پیدا ہوا ہے۔ ہر وقت، ہر دم اور ہر سڑھ پر۔ خواتین کی عزت ہونی چاہیے۔ درست بات ہے۔ مگر مرد کی عزت اور احترام کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس مضمون پر میں نے کبھی بھی کوئی ثابت بات نہیں سنی۔ گزارش ہے کہ مرد کی عزت بھر پور طریقے سے ہونی چاہیے۔ وہ خاندان کی چھت ہے۔ اگر چھت گرجائے تو بارش کے پانی سے مضبوط سے مضبوط گھر بھی تباہ ہو جاتا ہے۔

راوِ منظر حیات